नया सवेरा

रियाज़त अली 'शायक़'

نیا سویرا

ریاضت علی شائق ایم اے

بارِ اوّل : اکتوبر ۱۹۷۶ء
تعداد : ایک ہزار
قلمکار : شباب لکھنوی
سرورق : رشید آرٹسٹ
طباعت : جمال پرنٹنگ پریس - دہلی
قیمت : پانچ روپے

ناشر:
اُردو مرکز، ۱۱۶۹ - حویلی حسام الدین حیدر، بلیماران - دہلی ۱۱۰۰۰۶

उर्दू मरकज, ११६९, हवेली हसामुद्दीन हैदर बिल्ली मारान
देहली - 110006

ترتیب

منظومات

غزلیات

ڈاکٹر قمر رئیس

صدر شعبۂ اردو، دلّی یونیورسٹی

کے نام

عرضِ حال

میری شاعری کا پہلا مختصر مجموعہ "نیا سویرا" آپ کے سامنے ہے۔ یہ مجموعہ میری چند وطنی نظموں، چند غزلوں اور کچھ متفرق موضوعات پر مشتمل ہے۔

"نیا سویرا" کی اشاعت میں میرے جن مخلصوں نے میری مدد کی ہے، میں ان کا ممنون ہوں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عنوان چشتی ریڈر شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ ڈاکٹر جاوید وششٹ صدر شعبۂ اردو، دلی کالج اور شاعرِ ہندوستان حضرت مہدی نظمی کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ساتھ ہی اپنے گاؤں سانکھنی کی ایک ادب نواز شخصیت جناب ماسٹر مرزا محمد حسین صاحب کی حوصلہ افزائی کا بھی مشکور ہوں۔

دوستوں میں جناب نصرت گوالیاری، جناب خوشحال زیدی، جناب شباب لکھنوی، مشغول حسین، مقسوم علی اور یوسف اختر کی ہمدردیاں شاملِ حال رہی ہیں۔ میں ان سب دوستوں کا بے حد شکرگزار ہوں اور اُمیّد کرتا ہوں کہ آئندہ بھی مجھے اپنی ہمدردیوں کے قابل سمجھیں گے۔

اپنی شاعری کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا ہے کیونکہ جو بھی اچھا بُرا کہہ سکا ہوں، وہ آپ کے سامنے ہے ؎

دُنیا میں باکمال ملیں گے گلی گلی
میں بے کمال ہوں یہی میرا کمال ہے

ریاضت علی شائق

اکتوبر ۱۹۷۶ء

۱۱۶۹، حویلی حسام الدین حیدر
بلیماران - دہلی ۱۱۰۰۰۶

ڈاکٹر جاوید وششٹ

شائق کا "نیا سویرا"

ریاضت علی شائق ایک جواں فکر و جواں سال شاعر ہیں "نیا سویرا" ان کا پہلا مختصر مجموعۂ کلام ہے اور ظاہر ہے "نیا سویرا" شائق کے شعر وفن کا "نقشِ اول" ہے۔

ریاضت علی شائق کا مولد ایک چھوٹا سا گاؤں 'سانکھنی' ضلع بلند شہر اتر پردیش میں ہے۔ ان کا جنم ایک کسان گھرانے میں ۷ر جولائی ۱۹۴۶ء کو ہوا۔ ریاضت علی اسم بامسمیٰ ہیں۔ گاؤں کے ناخواندہ دہقانی ماحول کے گھیرے کو توڑنا ریاضت و مشقت کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ شائق نے گاؤں کے پرائمری اسکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی خلقی ریاضت

کے جذبۂ بے اختیار سے کام لیا اور میٹرک کے بعد ٹیچرس ٹریننگ حاصل کر کے دہلی کے ایک اسکول میں ٹیچر ہو گئے۔ معلّمی کے دوران ہی شائق نے انٹرمیڈیٹ، بی۔اے اور ایم۔اے کے امتحانات بھی پاس کئے ہیں۔ اسی سال انھوں نے آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔اے (اُردو) میں اوّل درجے میں کامیابی حاصل کی ہے اور آج کل دِلّی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں پی۔ایچ۔ڈی کے لئے تحقیقی کام میں مصروف ہیں۔ دلّی کی شعری محفلوں سے شعر کا چسکا لگا تو ریاضت علی سے شائق بھی ہو گئے۔ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے مصداق شائق کی ریاضت و مشقِ سخن کی بدولت آخر افقِ شعریہ "نیا سویرا" جگمگا اُٹھا۔ شائق پچھلے آٹھ سال سے ہر سال دلّی پبلک لائبریری کے مقابلوں میں اپنی نظموں پر انعام حاصل کرتے رہے ہیں۔ "نیا سویرا" میں شامل "امن کا پیغامبر"۔ "جشنِ آزادی" "زندہ باد اندرا"۔ "مبارک باد"۔ "اُردو"۔ "تلسی داس"۔ "صدائے فرض" اور "عید کی شوبھا" نظموں پر انعام مل چکا ہے۔

شائق کا "نیا سویرا"، نظموں، غزلوں اور گیتوں پر مشتمل ہے۔ لیکن غزل پر ان کی گرفت ابھی کمزور ہے۔ غزل کا فن بڑا نازک اور بہت مشکل ہے۔ تاہم غزل کے کچھ اشعار سفارشی ہیں کہ شائق مشق و ریاضت کے بعد غزل پر قدرت حاصل کر لیں گے۔ مثلاً ؎

دل میں ہمارے ظلمتِ غم کا گزر نہیں
اک شمع جل رہی ہے کسی کے خیال کی

لے کر تمھارا نام جو جیتے ہیں عمر بھر
تم کو بھی کچھ خبر ہے غریبوں کے حال کی

یہاں نہ ماہِ درخشاں، نہ آفتابِ حسیں
تجلّیوں کے نئے آسماں تلاش کرو

یہاں تو رہبر و رہزن میں کچھ تمیز نہیں
نئے امیر، نئے کارواں تلاش کرو

وہ جو بدنام رہے راہزنی میں برسوں
ہیں وہی قافلہ سالار خدا خیر کرے

اُس سنگدل کے شائق بدلے ہوئے ہیں تیور
اپنا فسانۂ دل کیونکر سُنایا جائے

طالب کوئی ہے ایک کرم کی نگاہ کا
کیجے نہ رد کسی کا یہ پہلا سوال ہے

دُنیا میں باکمال ملیں گے گلی گلی
میں بے کمال ہوں یہی میرا کمال ہے
شائقؔ تری نظر کی جوانی نہ جائے گی
پنہاں تری نظر میں کسی کا جمال ہے

شائقؔ کی نظمیں غزلوں سے بہتر ہیں۔ غزلوں میں ابھی ایک آنچ کی کسر ہے۔ نظمیں آزاد بھی ہیں، پابند بھی اور مسدّس کے فارم میں بھی۔ شائقؔ کی قومی نظموں میں حب الوطنی، مذہبی رواداری، قومی یک جہتی، مساوات و اخوّت، جمہوری اور سماجی برابری، ہندلمانی گنگا جمنی خلوص و اتحاد کی جھلکیاں دھنک کی طرح چمکتی ہیں۔ ان نظموں میں "زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں" "مہاتما گاندھی"۔ "امن کا پیغامبر"۔ "مبارک باد"۔ "جشنِ آزادی" اور "امن" وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی ایک جھلک ملاحظہ کیجیے ؎

"تو ہے دستارِ ہندوستاں کا نگیں
تجھ پہ نازاں ہے گنگ و جمن کی زمیں
تیری بخشش ہے یہ انقلابِ حسیں
ہندیوں کے دلوں کی ہے تو ترجماں
زندہ باد اندرا، فخرِ ہندوستاں"
(زندہ باد اندرا)

"اے امیرِ کارواں، اے رہنمائے انقلاب
تھی صدائے حرّیت تیری صدائے انقلاب
پیکرِ خُلقِ و مروّت تھی جہاں میں تیری ذات
دُور بھارت سے کئے فرقہ پرستی، چھوت چھات
ساری دنیا سے نرالا تھا ترا آئینِ جنگ
بے حقیقت تھے جہاں میں تیغ وسناں، تیر و تفنگ
(مہاتما گاندھی)

"تو تھا بھارت ماں کا بیٹا اور ہمالہ کا سپوت
امن کا پیغامبر، انسانیت کا راجدوت
جب تلک زندہ رہا تو تھا وطن کا غمگسار
ہند میں اب اندرا گاندھی ہے تیری یادگار"
(امن کا پیغامبر)

"سوئے منزل قوم کی تو مائلِ پرواز ہے
اندرا گاندھی کو بھی تیری وفا پر ناز ہے
گا رہے ہیں ملک کے عاشق تری حشمت کے گیت
ملک کے فرقہ پرستوں پر ملی ہے تجھ کو جیت"
(مبارکباد۔ صدر جمہوریۂ ہند کو)

"بجھادیں دستِ حکمت سے چراغِ بغض و نفرت کو
کریں پھر عام ربطِ باہمی کو رسمِ الفت کو
بدل دیں تفرقہ بازوں کے اندازِ سیاست کو
کبھی اک لفظ بھی تفریق کا لب پہ نہ لائیں ہم
چلو اب کے برس یوں جشنِ آزادی منائیں ہم"
(جشنِ آزادی)

"امن ہی برکتوں کا باعث ہے — امن ہی رحمتوں کا باعث ہے
امن انسانیت کی عظمت ہے — امن سارے جہاں کی زینت ہے"
(امن)

"جو تھا پیغامبر دُنیا میں ایثار و صداقت کا
زمانے کو دیا تھا درس جس نے آدمیّت کا
سبق لیتی ہے خودداری کا جس سے نوعِ انسانی
کسی سُلطاں کی چوکھٹ پر جُھکی کب اس کی پیشانی"
(گرو نانک)

"سامنے لوگوں کے رکھ کر رام کے کردار کو
تو نے گرنے سے بچایا ہند کے معیار کو
تیرے آگے تھا نمونہ رام کے آدرش کا
جس سے تو نے روپ بدلا سارے بھارت ورش کا

رام نے درشن دئے تھے تیری بھگتی دیکھ کر
دنگ ہے دنیا تری بھگتی کی شکتی دیکھ کر

(تُلسی داس)

شائق واقعاتی اور موضوعاتی نظمیں بھی کہہ لیتے ہیں۔ مثلاً "صدائے فرض" (پاکستان سے جنگ کے دوران) ایک چھوٹی سی نظم ہے جس کا ٹیپ کا مصرع ہے:

مجھے مت روک اے جانِ وفا کچھ اور ساماں ہیں

اس نظم پر ن۔م۔ راشد کی مشہور نظم "سپاہی" کا واضح اثر ہے۔ ع

تو مرے ساتھ مری جان کہاں جائے گی

ایک نظم "چاند" ہے (امریکی خلابازوں کے چاند پر پہنچنے کے بعد)

چاند ویراں ہی سہی
چاند کو ویراں نہ کہو!

حقیقت یہ ہے کہ شاعر کے چاند پر کوئی خلاباز نہیں پہنچ سکتا۔ آسمان کا چاند ویران ہو سکتا ہے مگر شاعر کا چاند نہیں۔ اقبال نے نظم "جگنو" میں کہا تھا

یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

شائقؔ خلاباز کو تنبیہ کرتے ہیں ؎

"کیا خبر اس سے سنور جائے ہر انساں کی حیات
کیا خبر اس سے ملے فکرِ زمانہ سے نجات
کیا خبر اس میں نہاں ہو کوئی اعجاز کی بات
چاند ویراں ہی سہی
چاند کو ویراں نہ کہو"
(چاند)

عرب اور اسرائیل کی جنگ سے متاثر ہو کر شائقؔ نے ایک نظم کہی۔ جس میں عرب کے نوجوانوں کی بہادری اور ہمّت کی داد دی ہے۔ نظم کا آخری بند ملاحظہ کیجئے ؎

"امن کا حامی ہر اک انساں تمھارے ساتھ ہے
سارے عالم کی دعائیں ساتھ میں لے کر اُٹھو
گونج اٹھے پھر ہر طرف اللہ اکبر کی صدا
پرچم توحید اپنے ہاتھ میں لے کر اُٹھو
اے عرب کے نوجوانو! زندہ باد
اے حرم کے پاسبانو! زندہ باد"

"عید کی شوبھا" میں گیت کا انداز ہے۔ مثلاً ؎

ڈوبا ہے سنسار خوشی میں کتنا سُندر عید کا دن ہے
ہر بستی ہے پریم کی نگری ہر نگری میں عید مِلن ہے"

نظم "تہنیت" (دہلی کے کچھ اساتذہ کو ایوارڈ ملنے پر مبارکباد) کا پہلا بند ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

"مبارک ہو تمہیں یہ جشن، یہ محفل، یہ رعنائی
مبارک ہو تمہیں جمہوریت کی عزّت افزائی
ملا ہے فرض کی تکمیل سے یہ مرتبہ تم کو
یہ وہ اعزاز ہے ہر شخص ہے جس کا تمنّائی"

شائقؔ نے جامعہ ملّیہ اسلامیہ سے ٹیچرس ٹریننگ ختم کرنے پر ایک نظم کہی "الوداع اے جامعہ" جس میں مادرِ درس گاہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ مثلاً ؎

"علم کے شیدائیوں کو جان سے پیارا ہے تو
ہند کی تہذیبِ مشترکہ کا گہوارا ہے تو
تیرے سائے کے تلے ہندو بھی ہیں مسلم بھی ہیں

سکھ بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، حامیٔ گوتم بھی ہیں
یاد آئے گی ہمیشہ تیرے عزّ و جاہ کی
تیری عظمت، تیری وحدت کو نہ بھولیں گے کبھی"

"لمحات کی یاد" ایک رومانی نظم ہے مگر اس پر تقلیدی رنگ کا پرتو ہے۔ البتہ نظم "التجا" دلچسپ بھی ہے اور اس میں خیال کی رعنائی اور تنوع بھی ہے۔ مثلاً ؎

"جفا پرستو!
جفاؤں کا اہتمام کرو
مرے دیار میں اک میرا یار آیا ہے
مری ہی طرح سے وہ ظلمتوں کا خوگر ہے
مری طرح اسے رعنائیاں پسند نہیں
بچاتا پھرتا ہے پھولوں سے اپنے دامن کو
یہ اور بات،
کہ کانٹوں سے پیار ہے اس کو"

"گیت" کے یہ بول بھی "نیا سویرا" کے مخصوص رنگ کی غمّازی کرتے

ہیں سے

"گوتم کو یہیں پر گیان ملا چشتی کو یہیں ایمان ملا
چتوڑ یہاں، میسور یہیں رانا کا وطن، ٹیپو کی زمیں
گاندھی نے سنوارا ہے اس کو نہرو نے ابھارا ہے اس کو

شائق کو اردو سے عشق ہے۔ اس کا اظہار نظم "اردو" میں خوب ہوا ہے۔ مثلاً ے

"وہ زباں جس نے کیا مُردہ وطن کو زندہ
ملک اور قوم کو سوتے سے جگایا جس نے
جنگِ آزادیِ جمہور کا ہتھیار بنی
تخت اور تاج کا حقدار جسے ہونا تھا
وہ زباں اپنے ہی اس دیس میں پردیسی ہے

کس سے اب کیجئے بیداد و جفا کا شکوہ
کوئی ہمدم ہے، نہ مونس ہے، نہ غمخوار کوئی
جو بھی ہمدرد ہے وہ صرف زبانی ہمدرد
جو بھی شیدائی ہے بس نام کا شیدائی ہے

غرض مجموعی طور پر شائق کا کلام

ع میں حسن ہوں دیہاتی اور پھول ہوں صحرائی ،

کے رنگ میں ڈوبا ہے۔ "نیا سویرا" کی سادگی ابھی پُرکاری نہیں بنی ہے نیز شاعری کے لطیف و نازک پیچ وخم کے ادراک کا بھی ابھی فقدان ہے۔ تاہم زبان و بیان کی سادگی و سلاست، معصومیت اور خیالات کی پاکیزگی سے ظاہر ہے کہ اگر شائق اسی طرح مشق و ریاضت کرتے رہے تو صفِ شعرا میں اپنا مقام پیدا کر لیں گے اور "نیا سویرا" کی نرم و نازک کرنیں حرارت و تابانی کے نصف النہار کو چھو لیں گی۔

جاوید وششٹ

صدر شعبۂ اردو ، دِلّی کالج ، دہلی

۱۲ر ستمبر ۱۹۷۶ء

منظومات

اندرا گاندھی

بچّہ بچّہ کہہ رہا ہے مرحبا صد مرحبا
تونے وہ جوہر دکھایا عزم و استقلال کا
تیری ہمّت، تیری جرأت کیوں نہ ہو پھر بے مثال
تیری رگ رگ میں رواں ہے خوں جواہر لال کا

○

زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

(وزیرِ اعظم کو خراجِ عقیدت)

سرزمینِ وطن کی جری پاسباں
آبروئے وطن، افتخارِ جہاں
گلستانِ سیاست کی روحِ رواں
تیری عظمت کا قائل ہے سارا جہاں
زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

تیرے اقوال صادق، ارادے جواں
تیری قندیلِ دل روکشِ کہکشاں
تیری توقیر ہمسایۂ آسماں
تیرا ہر حوصلہ زندۂ جاوداں
زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

تو ہے دل اصل میں سینۂ ہند کا
دُرِّ تاباں ہے گنجینۂ ہند کا
ہے حسیں عکس آئینۂ ہند کا
ہند کے جسم کی تو ہے روحِ رواں
زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

تو ہے دستارِ ہندوستاں کا نگیں
تجھ پہ نازاں ہے گنگ و جمن کی زمیں
تیری بخشش ہے یہ انقلابِ حسیں
ہندیوں کے دلوں کی ہے تو ترجماں
زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

سر سے پا تک حسین نقشِ جرأت ہے تو
اک فسانہ نہیں اک حقیقت ہے تو
بیکسوں اور غریبوں کی ہمّت ہے تو
ہے کسان اور مزدور کی مہرباں
زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

تو ہے تعمیر کی راہ پر گامزن
کس قدر معتبر ہے ترا حُسنِ ظن
تیری ہمّت پہ نازاں ہے سارا وطن
قابلِ رشک ہے تیرا عزمِ جواں
زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

خوابِ غفلت میں تھا مُلک ڈوبا ہوا
اور تباہی کے ساماں تھے بے انتہا
مُلک کو خوابِ غفلت سے چونکا دیا
ہو گیا آج بیدار ہندوستاں
زندہ باد اندرا فخرِ ہندوستاں

○

مبارک باد

عزّت مآب جناب فخرالدین علی احمد صاحب کے صدرِ جمہوریہ ہند منتخب ہونے پر

اے علی احمد خلوص و آدمیّت کی کتاب
ملک نے کس شان سے تیرا کیا ہے انتخاب

جو ہمارے دل نے چاہا تھا وہی آخر ہوا
کام آخر آ گئی ہم بے قراروں کی دُعا

بے سہاروں کی طرف داری ترا دستور ہے
تیرا سینہ خوبیِ اخلاص سے معمور ہے

اُنس کا پیکر ہے تو، وصفِ مروّت تجھ میں ہے
آدمیّت تجھ میں، دردِ آدمیّت تجھ میں ہے

بس ترے مدِ نظر اس ملک کی تعمیر ہے
تو سراپا عزم و استقلال کی تصویر ہے

تیرے آگے حرص کے بندے کا چہرہ زرد ہے
ہر غریب انسان کا جی جان سے ہمدرد ہے

سوئے منزل قوم کی تو مائلِ پرواز ہے
اندرا گاندھی کو بھی تیری وفا پر ناز ہے

گا رہے ہیں ملک کے عاشق تری حشمت کے گیت
ملک کے فرقہ پرستوں پر ملی ہے تجھ کو جیت

○

مہاتما گاندھی

اے گلستانِ وطن کے باغبانِ ذی وقار
ہے وطن کا ذرّہ ذرّہ تیری عظمت پر نثار

اے امیرِ کارواں، اے رہنمائے انقلاب
تھی صدائے حریّت، تیری صدائے انقلاب

تھا اہنسا کا پجاری، حامیٔ امن و اماں
آج تک نازاں ہے تیری ذات پر ہندوستاں

پیکرِ لطف و مروّت تھی جہاں میں تیری ذات
دُور بھارت سے گئے فرقہ پرستی، چھوت چھات

ساری دُنیا سے نرالا تھا ترا آئینِ جنگ
بے حقیقت تھے جہاں تیغ و سناں، تیر و تفنگ

تو نقیبِ حُریت تھا اور آزادی کی رُوح
ہند کے بیڑے کو طوفاں سے اُبھارا مثلِ نوحؑ

تو تھا وہ سُلطاں کہ ہر دل پر تھا جس کا اقتدار
کس قدر تھا ذرّے ذرّے سے وطن کے تجھ کو پیار

تو نے خاکِ ہند کو یہ شان و شوکت بخش دی
ناز کرتا ہے وطن جس پر وہ عظمت بخش دی

جو سبق تو نے دیا ہے وہ ہے ہر دل پر رقم
جادۂ منزل کے رہبر ہیں ترے نقشِ قدم

○

امن کا پیغامبر

نہرو کی یاد میں

اے جواہر لال نہرو اے وطن کے پاسباں
یاد کرتا ہے تجھے اب پھر ترا ہندوستاں

گلستانِ ہند کا در اصل تو تھا باغباں
کاروانِ ہند کا تو ہی تھا میرِ کارواں

تو وطن کے قافلے کا قافلہ سالار تھا
در حقیقت تو جہاں میں امن کا اوتار تھا

آسمانِ ہند کا تو تھا درخشاں ماہتاب
جُرأت و ہمّت کا پیکر عاشقِ رنگِ گلاب

تھا عروجِ ہند ہی بس مقصدِ اوّل ترا
ساری دُنیا میں وطن کا نام روشن کر دیا

تو تھا بھارت ماں کا بیٹا اور ہمالہ کا سپوت
امن کا پیغامبر، انسانیت کا راجدوت

جب تلک زندہ رہا تو تھا وطن کا غم گسار
ہند میں اب اندرا گاندھی ہے تیری یادگار

○

جشنِ آزادی

بنامِ امنِ عالم پیار کے نغمے سُنائیں ہم
غمِ دوراں کو شرمندہ کریں اور مسکرائیں ہم
زمیں سے آسمانوں کی حدوں تک پھیل جائیں ہم
وطن کی آبرو جیسے بھی ممکن ہو بچائیں ہم
چلو اب کے برس یوں جشنِ آزادی منائیں ہم

بجھا دیں دستِ حکمت سے چراغِ بُغض و نفرت کو
کریں پھر عام ربطِ باہمی کو رسمِ اُلفت کو
بدل دیں تفرقہ بازوں کے اندازِ سیاست کو
کبھی اک لفظ بھی تفریق کا لب پر نہ لائیں ہم
چلو اب کے برس یوں جشنِ آزادی منائیں ہم

نہ پھلنے پھولنے دیں مُلک میں سرمایہ داری کو
اٹھو اب دُور کر دیں مفلسوں کی بے قراری کو
بدل دیں قہقہوں میں بیکسوں کی آہ و زاری کو
برائے آشتی اک دوسرے کا غم بٹائیں ہم
چلو اب کے برس یوں جشنِ آزادی منائیں ہم

یہاں پر جو بھی دولت مند ہے کس درجہ خود سر ہے
جسے دیکھو وہ چنگیز و ہلاکو ہے، وہ ہٹلر ہے
شریف انسان کا اس دور میں جینا بھی دوبھر ہے
نئے انداز سے جینا زمانے کو سکھائیں ہم
چلو اب کے برس یوں جشنِ آزادی منائیں ہم

مٹا دیں ذہن و دل سے جذبۂ فرقہ پرستی کو
فنا کر دیں زمانے کی ہر اک بے رحم ہستی کو
نہ چلنے دیں بہر صورت خرد کی پیش دستی کو
نرالی شان سے پرچم جنوں کا لہلہائیں ہم
چلو اب کے برس یوں جشنِ آزادی منائیں ہم

○

خاندانی منصوبہ بندی

یاد رکھنے کے قابل مری بات ہے آج ہر شخص کی زندگی کے لئے
باعثِ عیش و آرام ہے دوستو مختصر فیملی آدمی کے لئے

ملک اور قوم کی بھی ضرورت ہے یہ اور عقل و خرد کا تقاضہ بھی ہے
آدمی وہ کرے کام بہتر ہو جو اپنی اور اپنے گھر کی خوشی کے لئے

باغ میں بیشمار اُن گلوں کی جگہ جن میں خوشبو نہ ہو جن میں رنگت نہ ہو
دو ہی گل خوب ہیں بس مہکتے ہوئے آج ہر باغ کی دلکشی کے لئے

جو ہواؤں کا بھی سامنا کر سکیں اور طوفاں کی موجوں سے بھی لڑ سکیں
وہ دیئے ہی بہت ہیں وہ اس طرح کے اے میرے دوستو روشنی کے لئے

وہ ہزاروں ستاروں میں بھی ضو کہاں نور سے جس کے روشن ہو سارا جہاں
صرف اک چاند ہوتا ہے کافی مگر ساری دنیا کی اس چاندنی کے لئے

دوستو فرض کو اپنے پہچان لو ہر قدم زندگی کا سنبھل کر چلو
کام ایسا کرو جس سے راحت بڑھے اپنی اور قوم کی بہتری کے لئے

آج بھارت کی امید ہے اندرا اس کے ہاتھوں کو مضبوط مل کر کریں
اس سے بہتر کوئی اور میداں نہیں آج شائق تری شاعری کے لئے

○

صدائے فرض

پاکستان سے جنگ کے دوران لکھی گئی نظم

مجھے مت روک اے جانِ وفا،
کچھ اور ساماں ہیں
کہ وہ دھرتی، جو ہے میرا وطن آواز دیتی ہے
مجھے اب عظمتِ گنگ و جمن آواز دیتی ہے
طلوعِ صبحِ نو کی ہر کرن آواز دیتی ہے
مجھے مت روک اے جانِ وفا،
کچھ اور ساماں ہیں

ترے یہ پُرشکن گیسو مجھے اُلجھا نہیں سکتے
تصوّر تیرے وعدوں کے مجھے بہکا نہیں سکتے
نشانے تیری نظروں کے مجھے برما نہیں سکتے
مجھے مت روک اے جانِ وفا'
کچھ اور ساماں ہیں

وطن سے آج کل بیگانگی اچھی نہیں لگتی
ہوں جب غم کے اندھیرے روشنی اچھی نہیں لگتی
مجھے دورِ خزاں میں زندگی اچھی نہیں لگتی
مجھے مت روک اے جانِ وفا'
کچھ اور ساماں ہیں

○

امن

امن پیغام ہے جوانی کا
امن مژدہ ہے زندگانی کا
امن ہی برکتوں کا باعث ہے
امن ہی رحمتوں کا باعث ہے
امن تہذیب کی جوانی ہے
امن اخلاق کی نشانی ہے
امن انساں کی وسعتوں کا کمال
امن تہذیبِ نو کا حُسن و جمال

امن علم و ہنر کا بسیرا ہے
امن عیش و نشاط کا مسکن
امن ویرانیوں میں مثلِ بہار
امن تخلیقِ نو کا دار و مدار
امن تکمیل و آگہی کے لئے
امن انسان کی خوشی کے لئے
عزمِ گاندھی کی یادگار ہے یہ
روحِ ٹیگور کی پکار ہے یہ
امن نہرو کے دل کا پیارا ہے
امن آزاد کا دُلارا ہے
امن انسانیت کی عظمت ہے
امن سارے جہاں کی زینت ہے

○

گیت

بچّوں کے لئے

ہم ہندوستان کے باسی ہیں
ہم ہندوستان کے باسی ہیں

یہ دیس ہمالہ والا ہے
تاج اور اجنتا والا ہے
اس دیس میں گنگا بہتی ہے
سرسبز ہماری کھیتی ہے
ہر سو کلیاں مُسکاتی ہیں
ہر روز بہاریں آتی ہیں

گوتم کو یہیں پر گیان ملا
چشتی کو یہیں ایمان ملا
چتوڑ یہاں ، میسور یہیں
رانا کا وطن ، ٹیپو کی زمیں
گاندھی نے سنوارا ہے اس کو
نہرو نے اُبھارا ہے اس کو
ہم دیس کی خاطر جیتے ہیں
ہم دیس کی خاطر مرتے ہیں

ہم ہندوستان کے باسی ہیں
ہم ہندوستان کے باسی ہیں

○

زمانے میں صداقت کا علمبردار تھا نانک
اخوّت کا پُجاری، پیکرِ ایثار تھا نانک

جو تھا پیغامبر دنیا میں ایثار و صداقت کا
زمانے کو دیا تھا درس جس نے آدمیّت کا

جو مایوسوں کی ہمّت تھا غریبوں کا سہارا تھا
یتیموں اور بیواؤں کی جو آنکھوں کا تارا تھا

وہ نانک جو کہ امن و شانتی کا دل سے حامی تھا
اہنسا کا پجاری تھا، محبّت کا پیامی تھا

وہ نانک ہر بشر تعظیم سے لیتا ہے نام اس کا
وہ نانک اب بھی زندہ ہے جہاں میں یہ پیام اس کا

"ہے جب دُنیا کے ہر ذرّے میں پنہاں ذاتِ ربّانی
کسی مخصوص در پر کیوں جُھکے پھر کوئی پیشانی

وہ معبودِ حقیقی، ہے جو خالق دونوں عالم کا
جو ہے ہر درد کا درماں، مداوا ہے جو ہر غم کا

ہر اک ذرّے کو جس معبود نے بخشی ہے تابانی
پرستش کے فقط قابل ہے وہ اک ذاتِ ربّانی"

گرو نانک حقیقت میں جو وحدت کا پجاری
اُسی کے نام کا سکّہ جہاں میں اب بھی جاری ہے

سبق لیتی ہے خودداری کا جس سے نوعِ انسانی
کسی سُلطاں کی چوکھٹ پر جھُکی کب اُس کی پیشانی

گرو نانک کہ ہستی قابلِ تعظیم ہے اُس کی
'جیو اور سب کو جینے دو' یہی تعلیم ہے اُس کی

○

تُلسی داس

تُلسی جینتی کے موقع پر

گوسوامی تُلسی داس، اے شاعرِ ہندوستاں
ہے تری عظمت کا قائل آج تک سارا جہاں

تو نے پھولوں سے بھرا ہندی ادب کا گلستاں
جنم دن تیرا مناتے ہیں ادب کے قدرداں

آسمانِ علم کا تو تھا درخشاں ماہتاب
ساری دنیا میں نہیں اب تک کوئی تیرا جواب

گُلستانِ ہند میں آئی ترے دم سے بہار
تیرے دم سے بے قراروں کو ملا صبر و قرار

تو یہاں آیا تھا بن کر پیشوائے انقلاب
گونج اٹھی تیری صدا بنکر صدائے انقلاب

ہند کی قسمت کو پھر تو نے درخشاں کر دیا
ہند کے ظلمت کدے کو روشنی سے بھر دیا

اپنی رچناؤں سے تو نے وہ حسیں تدبیر کی
ایک مُردہ قوم میں پھر زندگانی پھونک دی

وہ جو دل تھے جن کا تھا احساسِ غیرت مٹ گیا
تو نے ان مُردہ دلوں کو پھر سے زندہ کر دیا

سامنے لوگوں کے رکھ کر رام کے کردار کو
تو نے گرنے سے بچایا ہند کے معیار کو

تیرے آگے تھا نمونہ رام کے آدرش کا
جس سے تو نے روپ بدلا سارے بھارت ورش کا

رام نے درشن دئے تھے تیری بھگتی دیکھ کر
دنگ ہے دُنیا تری بھگتی کی شکتی دیکھ کر

○

اُردوٗ

وہ زباں جس نے کیا مُردہ وطن کو زندہ،
مُلک اور قوم کو سوتے سے جگایا جس نے،
جنگِ آزادیٔ جمہور کا ہتھیار بنی،
تخت اور تاج کا حقدار جسے ہونا تھا
وہ زباں اپنے ہی اس دیس میں پردیسی ہے

گلشنِ ہند کی جو روحِ رواں تھی اب تک

جس کی تاثیر ہے خوشبوئے چمن کے مانند
اب وہی پھرتی ہے آوارہ وطن کے مانند

رنگ اور نور دیا باغِ وطن کو جس نے
باغبانوں نے دیا دیس نکالا اس کو

کس سے اب کیجئے بیداد و جفا کا شکوہ
کوئی ہمدم ہے، نہ مونس ہے، نہ غمخوار کوئی
جو بھی ہمدرد ہے وہ صرف زبانی ہمدرد
جو بھی شیدائی ہے بس نام کا شیدائی ہے

جو کبھی اہلِ وطن کے تھی دلوں کی دھڑکن
ہر بشر کہتا تھا 'اردوئے معلّیٰ' جس کو
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ دم توڑ دے چڑا ہے پر
یہ تو مرنے پہ بھی مُردہ نہیں کہلائے گی

ہاں مگر: اُردوئے مقتول، کہیں گے اس کو

وہ مسیحا، جنھیں اربابِ حکومت کہیے،
جن کے ہاتھوں میں ہے اب چارہ گری کا ساماں
وہ اگر ہاتھ بٹائیں تو کوئی بات بنے!

○

اے عرب کے نوجوانو! زندہ باد

عرب کے اُن مجاهدوں کے نام جو اسرائیلی سامراج سے ٹکرّ رہے هیں

اے عرب کے نوجوانو! زندہ باد
اے حرم کے پاسبانو! زندہ باد

آج ٹکرائے ہیں تم سے دشمنِ امن و اماں
دشمنانِ حُرّیت کے مورچوں کو توڑ دو

پھر ہوئی ہیں حملہ آور سامراجی طاقتیں
اُن کی توپوں کے دہانے ان کی جانب موڑ دو

اے عرب کے نوجوانو! زندہ باد
اے حرم کے پاسبانو! زندہ باد

غازیوں کے تم ہو غازی، تم دلیروں کے دلیر
پھر پلٹ ڈالو صفوں کو آج حیدرؓ کی طرح
پھر زمانے کو دکھا دو حوصلہ ایمان کا
مورچوں کو توڑ ڈالو بڑھ کے خیبر کی طرح

اے عرب کے نوجوانو! زندہ باد
اے حرم کے پاسبانو! زندہ باد

غیر ممکن ہے تمھاری سرفروشی کا بیاں

یہ تمہارا حوصلہ، یہ جوش ، یہ عزمِ جہاد
ہے تمہارے واسطے ہر اہلِ ایماں کی دُعا
' زندہ جاوید ہو جائے تمہارا اتحاد '

اے عرب کے نوجوانو! زندہ باد
اے حرم کے پاسبانو! زندہ باد

امن کا حامی ہر اک انساں تمہارے ساتھ ہے
سارے عالم کی دعائیں ساتھ میں لے کر اٹھو
گونج اٹھے پھر ہر طرف اللہ واکبر کی صدا
پرچمِ توحید اپنے ہاتھ میں لے کر اٹھو

اے عرب کے نوجوانو! زندہ باد
اے حرم کے پاسبانو! زندہ باد

○

دہلی کے کچھ اساتذہ کو سرکاری ایوارڈ ملنے پر مبارکباد

مبارک ہو تمہیں یہ جشن، یہ محفل، یہ رعنائی
مبارک ہو تمہیں جمہوریت کی عزّت افزائی
ملا ہے فرض کی تکمیل سے یہ مرتبہ تم کو
یہ وہ اعزاز ہے ہر شخص ہے جس کا تمنّائی

ملی ہے منزلِ مقصود تکمیلِ فرائض سے
عمل کے راستے میں کامرانی اس کو کہتے ہیں

تمہاری زندگی اک آئینہ ہے آدمیّت کا
حقیقت میں مثالی زندگانی اس کو کہتے ہیں

عمل کی راہ میں جو گامزن رہتا ہے اے شائق
ہر اک منزل پہ اُس کا حوصلہ بڑھتا ہی جاتا ہے
ہمیں اپنے عمل سے یہ سبق تم نے سکھایا ہے،
کہ انساں اس طرح سے منزلِ معراج پاتا ہے

تمہارا احترام و قدردانی فرض ہے ہم پر
میں اس محفل میں کچھ شعروں کی لڑیاں پیش کرتا ہوں
مبارک باد کی محفل میں کچھ اشعار کی صورت
دلی جذبات کی معصوم کلیاں پیش کرتا ہوں

○

اپنے وطن سانکھنی میں 'گاؤں سُدھار انجمن' کے قیام پر

مبارک ہو تمھیں اہلِ وطن یہ جذبۂ کامل
خدا کی مصلحت بھی ہے تمھارے عزم میں شامل

جو تم نے گاؤں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے
ہر اک دل جذبۂ انسانیت سے جگمگایا ہے

تمھاری زندگی کی وہ گھڑی کتنی مبارک تھی
کہ جس لمحے سے تم لوگوں نے کی ہے ابتدا اس کی

اگر سب گاؤں والوں کا یہی جذبہ بہم ہوگا
تو پھر یہ نیستی بھی دور ہوگی، غم بھی کم ہوگا

تمہاری کوششوں کا جب ابھی سے ہی یہ عالم ہے
جُوا بھی ختم ہے، چوری بھی کم ہے، جھوٹ بھی کم ہے

یہ چھوٹی سی علامت ہے تمہاری نیک بختی کی
ہوئی ہیں مسجدیں آباد ساری اپنی بستی کی

تو پھر کیا انتہا ہوگی کہ جس کی ابتدا یہ ہے
نہ چھوٹے تم سے ہرگز راستی کا راستا یہ ہے

ہر اک دل الفت و اخلاص کا آئینہ بن جائے
یہ تفریق و عداوت قصّۂ پارینہ بن جائے

محبّت بھی بڑھے اور آپسی تکرار بھی کم ہو
اگر کچھ غم بھی ہو تم کو تو وہ شبّیرؑ کا غم ہو

چلو ہو کر منظّم آج اپنا مُدّعا لے کر
چلو راہِ عمل میں آج شائقؔ کی دعا لے کر

اِتّحاد

انجمن 'آلِ اطہر' سانکھنی کی باھمی تفریق کے خاتمے پر

'آلِ اطہر انجمن' کا ہر بشر ہے آج شاد
آج کا یہ دن رہے گا عمر بھر ہم سب کو یاد
انجمن میں آج شائق کیوں نہ ہو پھر اِتّحاد
انجمن کا جب شریکِ حال ہے بابِ المراد
آج کا یہ دن نئے اک دور کی تمہید ہے
آلِ اطہر انجمن میں آج گھر گھر عید ہے
کس قدر تھا قابلِ عبرت ہمارا حالِ زار
انجمن میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا انتشار

ہر طرف تھی اضطرابی ہر بشر تھا بے قرار
خون کی بارش نظر آتی تھی یہ ٹھنڈی پھوار

ماتمِ شبیرؑ سے سب مرد و زن بیزار تھے
ہاں مگر اپنوں کے ماتم کے لئے تیار تھے

محوِ حیرت تھے بلندی پر عداوت دیکھ کر
ہر طرف بڑھتی ہوئی تفریق و نفرت دیکھ کر
خاک میں ملتی ہوئی یہ شان و شوکت دیکھ کر
شرم آتی تھی ہمیں خود اپنی حالت دیکھ کر

پانوؤں میں بُغض کی جکڑی ہوئی زنجیر تھی
مقصدِ ابلیس کی اُبھری ہوئی تصویر تھی

صرف اپنی غفلتوں سے ہو گیا پیدا نفاق
ہو گئے آغاز پھر ہر سمت وحشت کے سباق
ہر طرف اغیار کے وہ حوصلے، وہ طمطراق
اہلِ باطل کر رہے تھے اہلِ ایماں سے مذاق

ہر گھڑی کھوئے ہوئے ہم جن میں صبح و شام تھے
سچ کہو کیا وہ مہذب ہستیوں کے کام تھے

کس زباں سے خالقِ اکبر کی رحمت ہو بیاں
جس نے آگ و رخوں کے طوفاں سے بخشی ہے اماں

باہمی نفرت کا وہ بڑھتا ہوا سیلِ رواں
جس نے لاکھوں بے گناہوں کے مٹا ڈالے نشاں

آج وہ تفریق کا طوفان شائق رُک گیا
سامنے امن و اماں کے شر کا ماتھا جھک گیا

○

خراجِ عقیدت

ڈاکٹر مرزا احمد علی مرحوم (ممبر پارلیمنٹ) کی برسی کے موقع پر

ڈاکٹر احمد علی اے صاحبِ جاہ و حشم
پیکرِ لطف و مروّت چشمۂ فیض و کرم
اُلفت و ایثار کا مظہر ترا کردار تھا
تو ہمارے قافلے کا قافلہ سالار تھا
کس قدر تھا تو مہذّب کس قدر مقبول تھا
تو ہمارے گلستاں کا سب سے بہتر پھول تھا
تو تھا اس میخانۂ ایثار کی روحِ رواں
سوئے جنّت جا چکا ہے آج اے پیرِ مغاں

تو تھا میخواروں کی ڈھارس میکدے کی آبرو
سر پٹکتے ہیں تری فرقت میں اب جام و سبو
تیرے چھُٹ جانے سے میخانے کا ٹھنڈا جوش ہے
تیرے غم میں میکدے کا میکدہ خاموش ہے
جو غریبوں کی حمایت میں کئے ہیں تو نے کام
آج بھی دہلی کے اُن کو یاد کرتے ہیں عوام
یوں عمل کی رہ میں قسمت آزمانی چاہیئے
زندگی میں اس طرح معراج پانی چاہیئے
جب تلک زندہ رہا تو تھا ہر اک کا غم گسار
آج ہیں عثمان اور صدیق تیری یادگار

○

عید کی شوبھا

ڈوبا ہے سنسار خوشی میں کتنا سُندر عید کا دن ہے
ہر بستی ہے پریم کی نگری ہر نگری میں عید ملن ہے

سانجھ کو آ کر چندرما نے جب سُکھ کا سندیش سُنایا
جاگ اُٹھی سنسار کی شوبھا پلٹ گئی دُنیا کی کایا

بھور بھئی اور سورج نکلا آشاؤں کا ہوا سویرا
دُور ہوا جگ کا اندھیارا ہر یگ ڈالا پریم نے ڈیرا

پریم کی رانی سانجھ بنی تھی، صبح بنی ہے رُوپ کی رانی
سانجھ کو جگ مگ دیپ جلے تھے صبح ہے سُندر پھولوں والی

آئی ہیں ہر اور بہاریں مست ہوائیں جھوم رہی ہیں
جیون کا سندیش سُنا کر کلیوں کے مُکھ چوم رہی ہیں

ڈوبا ہے سنسار خوشی میں کتنا سُندر عید کا دن ہے
ہر بستی ہے پریم کی نگری ہر نگری میں عید ملن ہے

○

امریکی خلابازوں کے چاند پر پہنچنے کے بعد

چاند ویراں ہی سہی
چاند کو ویراں نہ کہو!

کیا خبر اس سے سنور جائے ہر انساں کی حیات
کیا خبر اس سے ملے فکرِ زمانہ سے نجات
کیا خبر اس میں نہاں ہو کوئی اعجاز کی بات

چاند ویراں ہی سہی
چاند کو ویراں نہ کہو!

جب بھی انسان کسی راہ میں تھک جاتا ہے
جب ہر اک جادۂ منزل سے بھٹک جاتا ہے
تب اسی چاند کی چھاؤں میں سکوں پاتا ہے

چاند ویراں ہی سہی
چاند کو ویراں نہ کہو!

○

نغمۂ شادی

ایک دوست کی شادی کے موقع پر

گلزار میں شباب پہ آئی ہے پھر بہار
کلیوں میں بانکپن ہے تو پھولوں پہ ہے نکھار
ہونے لگا سرور ہر اک شے سے آشکار
آئے جو سہرا باندھ کے محفل میں تاجدار

پیغامِ عیش پا کے ہوا جھومنے لگی
بادِ صبا گلوں کی جبیں چومنے لگی

مہکے جو گُل ہر ایک کا دل شاد ہو گیا
ہر اک بزرگ فکر سے آزاد ہو گیا
ہر شخص کو وفا کا سبق یاد ہو گیا
ساقی کا آج میکدہ آباد ہو گیا
سہرا ہے آج جام تو ساقی ہے تاجدار
ٹکرا رہے ہیں جام سے جام آج بادہ خوار

سہرا بنا ہوا ہے غرض جانِ انجمن
سہرے میں ہے سمائی ہوئی رونقِ چمن
سہرا ہے تاجدار کا پھولوں کا پیرہن
تنویر سے ہے آج ہر اک پھول ہم سخن
ہر سمت تاجدار کے سہرے کی دھوم ہے
سہرے کی انجمن میں گلوں کا ہجوم ہے

ہر اک زباں پہ عشق و محبت کی بات ہے
رقصاں سرور و کیف سے سب کائنات ہے
تاروں کی انجمن میں گلوں کی برات ہے
کتنی حسین آج مرادوں کی رات ہے

دولہا بھی لاجواب ہے سہرا بھی لاجواب
شرما رہا ہے دیکھ کے سہرے کو ماہتاب

○

الوداع اے جامعہ

جامعہ ملّیہ اسلامیہ سے ٹیچرس ٹریننگ ختم کرنے پر

الوداع اے جامعہ ، ملّت کے مظہر الوداع
مرکزِ علم و ادب ، تہذیب کے گھر الوداع

جامعہ کے جانفزا دِلکش نظارو! الوداع
گلشنِ تعلیم کی رنگیں بہارو! الوداع

الوداع ٹیچرس کالج کے نظارو! الوداع
الوداع اے سرو و سوسن کی قطارو! الوداع

جا رہے ہیں اب یہاں سے ہو کے ہم سب کامیاب
اور تیرے فیضِ لاثانی سے ہو کر فیضیاب

بے ہنر آئے تھے لیکن با ہنر جاتے ہیں ہم
اس طرح تیری نوازش کا صلا پاتے ہیں ہم

علم کے شیدائیوں کو جان سے پیارا ہے تو
ہند کی تہذیبِ مشترکہ کا گہوارا ہے تو

تیرے سائے کے تلے ہندو بھی ہیں مسلم بھی ہیں
سکھ بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، حامیٔ گوتم بھی ہیں

یاد آئے گی ہمیشہ تیرے عزّ و جاہ کی
تیری عظمت، تیری وحدت کو نہ بھولیں گے کبھی

O

التجا

جفا پرستو!

جفاؤں کا اہتمام کرو

مرے دیار میں اک میرا یار آیا ہے

مری ہی طرح سے وہ ظلمتوں کا خوگر ہے

مری طرح اسے رعنائیاں پسند نہیں

بچاتا پھرتا ہے پھولوں سے اپنے دامن کو

یہ اور بات،

کہ کانٹوں سے پیار ہے اس کو

ستم ہے اس کے لئے گلستاں کی رعنائی

دکھائی دیتا ہے میری طرح وہ خاک بسر

جگر کا درد سکونِ جگر ہے اس کے لئے

حقیقتاً وہ سراسیمگی کا پیکر ہے

بچا سکو تو بچا لو مری خودی کا بھرم

بطورِ تحفہ اسے کچھ جفائیں پیش کرو

مرے دیار میں اک میرا یار آیا ہے

مرا رفیق، مرا دوست، میرا ہمدم ہے

جفا پرستو!

جفاؤں کا اہتمام کرو

بطورِ تحفہ اسے کچھ جفائیں پیش کرو

○

لمحات کی یاد

میری شاہین !

تجھے میری وفاؤں کی قسم

کیا تجھے بھی انھیں لمحات کی یاد آتی ہے ؟

اپنے گزرے ہوئے حالات کی یاد آتی ہے ؟

چاندنی رات میں ہم روز ملا کرتے تھے

اور ہر روز

نئے پھول کِھلا کرتے تھے

خندہ زن روز محبّت کے کنول ہوتے تھے
روز تعمیر نئے تاج محل ہوتے تھے

چاند تاروں کے تلے
نیل گگن کے نیچے
عمر بھر ساتھ نبھانے کی قسم کھائی تھی
چودھویں رات کا مہتاب تھا ضامن جس کا

میری شاہین!
تجھے میری وفاؤں کی قسم
کیا تجھے بھی انھیں لمحات کی یاد آتی ہے؟
اپنے گزرے ہوئے حالات کی یاد آتی ہے؟

○

ملاقات

چند لمحات
جو گزرے ہیں تمھارے ہمراہ
مجھ سے مت پوچھ کہ اُن لمحوں کی قیمت کیا ہے

آپ کے لاکھوں پرستار، کروڑوں مدّاح
جان دیتے ہیں فقط ایک جھلک کی خاطر

میں تو اک خاک کے ذرّے کے برابر بھی نہیں
آپ کا مجھ کو ملاقات کی دعوت دینا'
اور پھر ایک پرستار سے ایسے ملنا
جس طرح سے کوئی برسوں کی شناسائی ہو
کیا کوئی شخص بھلائے بھی بھلا سکتا ہے

سالگرہ

زہے نصیب !
یہ اکیس جون کے لمحات
ترے لئے بھی مبارک ہیں اور مجھے بھی سعید

ترے لئے ہے یہ دن اس لئے عزیز کہ یہ
مسرّتوں کا طرب کا پیام لایا ہے

مجھے ہے اس لئے یہ روز جان و دل سے عزیز

یہ دن ہے مجھ سے ترے ربطِ مستقل کا سبب

ترے لئے اسی دن میں نے کچھ برس پہلے
بڑے خلوص سے شعروں کا ہار بھیجا تھا
پھر اس کے بعد مجھے دلفزا پیام ملا
ہر اک کو جس کی طلب ہے وہ احترام ملا
ترا خلوص ملا،
تیری رہبری پائی

○

سوغات

سوچتا ہوں کہ ترا جنم دِوس آیا ہے
سوچتا ہوں کہ تری سالگرہ آئی ہے
پھر ترے جشن کا پیغام صبا لائی ہے

سوچتا ہوں
کہ ترے جشن پہ کچھ پیش کروں

اختیار آج ہے ہر چیز پہ زر داروں کا
میرے قبضے میں دعاؤں کے علاوہ کیا ہے
پیش کرتا ہوں فقط چند دعائیں تجھ کو
ہو مبارک تجھے یہ سالگرہ کی محفل
ہو مبارک تجھے یہ سالگرہ کی منزل
ہو مبارک تجھے یہ "شہرِ غزل" جانِ غزل
کامیابی ترے قدموں پہ نچھاور ہو جائے
تو جہاں پر ہو وہی بزم منوّر ہو جائے
ہو مبارک تجھے رنگین بہاروں کا جہاں
ہو مبارک تجھے چاند اور ستاروں کا جہاں

○

جشنِ بہاراں

اک لازوال حسن ہے ہر چیز سے عیاں
صحرا پہ آج ہوتا ہے گلزار کا گماں

گلشن میں جھومتے ہوئے پھولوں کو چھیڑ کر
بادِ بہار کرتی ہے پھولوں سے شوخیاں

جس سمت دیکھئے نظر آتے ہیں گُل ہی گُل
ہر گل پہ رشک کرتا ہے اب گلشنِ جناں

ڈوبا ہوا ہے سارا زمانہ سرور میں
چھائی ہوئی جہاں پہ ہیں رحمت کی بدلیاں

رندوں کا میکدے میں نہ ہو آج کیوں ہجوم
پیرِ مغاں شفیق ہے، ساقی ہے مہرباں

○

قطعہ

آج دورِ خزاں سے اُکتا کر
آرزوئے بہار کرتا ہوں
غنچہ و گل سمجھ کے اے شائقؔ
اب تو کانٹوں سے پیار کرتا ہوں

○

تمہارے غم کے ماروں کی کہاں تک بات جا پہنچی
زمیں کا ذکر کیا ہے آسماں تک بات جا پہنچی
یہ معراجِ محبّت ہے شہیدانِ محبّت کی
جہاں تک خود نہیں پہنچے وہاں تک بات جا پہنچی

غزلیات

○

نئی بہار، نئے گلستاں تلاش کرو
پھر اس کے بعد نئے باغباں تلاش کرو

یہاں نہ ماہِ درخشاں، نہ آفتابِ حسیں
تجلّیوں کے نئے آسماں تلاش کرو

جہاں کے تلخ غموں سے نجات کی خاطر
کسی کے گیسوئے عنبر فشاں تلاش کرو

یہاں تو برق کا پہرہ ہے اور صرصر ہے
پئے قیام نئے آشیاں تلاش کرو

مشاعروں سے نتیجہ، نہ شعر گوئی سے
رفیق و ہمدمِ اُردو زباں تلاش کرو

یہاں تو رہبر و رہزن میں کچھ تمیز نہیں
نئے امیر، نئے کارواں تلاش کرو

جہاں میں یوں تو نہ گزرے گی زندگی شائق
کوئی رفیق، کوئی راز داں تلاش کرو

○

○

حُسن اور بر سرِ پیکار خدا خیر کرے
آپ کے ہاتھ میں تلوار خدا خیر کرے

مجھ کو ڈر ہے کہ نہ بن جائے قیامت کا سبب
آپ کی شوخیِ رفتار خدا خیر کرے

آپ کے عشق کا اقرار کیا ہے ہم نے
ہم ہیں اور مرحلۂ دار خدا خیر کرے

آئے تھے ہم ترے دیدار کی حسرت لے کر
اب ہیں کچھ اور ہی آثار خدا خیر کرے

وہ جو بدنام رہے راہزنی میں برسوں
ہیں وہی قافلہ سالار خدا خیر کرے

کوئی دُنیا میں نہیں تیرے سوا اے شاکُق
جنسِ اُلفت کا خریدار خدا خیر کرے

○

○

رندوں کا ظرف ساقی تو دیکھ آزما کے
گر زہر بھی عطا ہو پی لیں گے مسکرا کے

اس میکدے سے باہر اتنا ہمیں بتا دے
ساقی سکوں ملے گا کس انجمن میں جا کے

بادہ کشوں کے کوئی یہ حوصلے تو دیکھے
محفل میں پی رہے ہیں واعظ کو مے دکھا کے

اب میکشوں کا پینا کارِ ثواب ٹھہرے
ساغر چھلک رہے ہیں ہاتھوں میں پارسا کے

توبہ بھی کی تھی شاید پیمانِ ترکِ مے بھی
سب کچھ بھلا دیا ہے کالی گھٹا نے چھا کے

جس دل میں آرزو ہو جنّت کو دیکھنے کی
دیکھے وہ آج جنّت ان کی گلی میں جا کے

جینا ہو اب کہ مرنا ڈوبیں کہ پار اُتریں
کشتی ہے اپنی شائق ہاتھوں میں ناخدا کے

○

○

یہ کشمکشِ دل بھی کچھ کم نہیں محشر سے
ہر فتنہ جواں ہو کر اُٹھتا ہے مرے گھر سے

یہ مہر و مہِ تاباں اس درجہ حسیں کب تھے
پائی ہے یہ تابانی ان کے رُخِ انور سے

میخواروں کی محفل میں پھر دورِ شراب آیا
ٹکرانے لگے ساغر پھر بزم میں ساغر سے

اس بزمِ مسرّت کی زینت کا بیاں کیا ہو
ملتا ہے سماں بالکل فردوس کے منظر سے

مت دیکھ حقارت کی نظروں سے اسے ناداں
یہ چیز ہے مے واعظ ملتی ہے مقدّر سے

اس محفلِ رنداں میں کیا کام تکلّف کا
کم ظرف ہیں وہ شائق جو پیتے ہیں ساغر سے

○

دستِ ساقی میں چھلکتا جام ہے
پینے والا لرزہ بر اندام ہے

کیوں رُخِ انور ہے زلفوں میں نہاں
میری نظروں میں سحر بھی شام ہے

اپنے اندازِ کرم کو دیکھئے
میری توبہ پہ عبث الزام ہے

چلتے چلتے جس جگہ ٹھہرے قدم
میری منزل بس اُسی کا نام ہے

ہے کوئی محروم کوئی شادکام
کیا تری بخشش اِسی کا نام ہے

اُن کا وعدہ اور ایفا کی اُمید
یہ ترا شاؔئق خیالِ خام ہے

○

صحرا میں اب تو جا کر اک گھر بنایا جائے
بستی سے بھر گیا دل جنگل بسایا جائے

کیوں اپنے غم کی اُن سے حالت بیان کر کے
مٹّی میں آبرو کو اپنی ملایا جائے

سودائے عاشقی کا ہے آج پھر تقاضا
پھر قیس کے جنوں کا جلوہ دکھایا جائے

آؤ کہ شیخ جی کو ساغر دکھا کے دیکھیں
اک بار شیخ کو بھی اب آزمایا جائے

شاید ہمارے گھر پہ وہ بھول کر ہی آئیں
اس آسرے پہ اپنے گھر کو سجایا جائے

اُس سنگدل کے شائق بدلے ہوئے ہیں تیور
اپنا فسانۂ دل کیونکر سُنایا جائے

○

تعریف سُن رہے ہیں تمھارے جمال کی
تحریر کیجئے کوئی صورت وصال کی

لے کر تمھارا نام جو جیتے ہیں عمر بھر
تم کو بھی کچھ خبر ہے غریبوں کے حال کی

دل میں ہمارے ظلمتِ غم کا گزر نہیں
اک شمع جل رہی ہے کسی کے خیال کی

ساقی سے ہے شرابِ حسیں تر کی آرزو
تصویر کھینچنی ہے کسی کے جمال کی

دل لیکے پہلے، دل کا ہی پھر حال پوچھنا
بس آپ کی یہی تو ادا ہے کمال کی

وہ دن بھی تھے کہ آپ کو شائق سے ربط تھا
باتیں ہوئی ہیں آج وہ خواب و خیال کی

○

○

دلِ مردِ مسلماں میں کسی بُت کا قدم آیا
مری دُنیا میں تم آئے کہ پتھّر کا صنم آیا

لیئے نذرِ عقیدت لیکے جان و دل کا نذرانہ
صنم خانے کے در پر اک پرستارِ حرم آیا

اٹھاؤ جام و ساغر میکشو کالی گھٹا چھائی
مناؤ جشنِ صہبا گھر کے پھر ابرِ کرم آیا

کرادو غسلِ مے اے بادہ خوارو شیخ صاحب کو
بھری محفل میں میخانے کی شیخِ محترم آیا

دِکھا کر جام چھلکاتے ہیں میکش آج واعظ کو
ہوئی ساقی کی جب چشمِ کرم رندوں میں دم آیا

وہیں سے چل دیا شائق میں فوراً سوئے میخانہ
مرے آگے جہاں بھی قصۂ دیر و حرم آیا

○

اس کا جواب ملنا جہاں میں محال ہے
وہ حُسنِ لاجواب خود اپنی مثال ہے

یہ اور بات ہے کہ نہ ہو ان کو التفات
وہ خوب جانتے ہیں ہمارا جو حال ہے

طالب کوئی ہے ایک کرم کی نگاہ کا
کیجے نہ رد کسی کا یہ پہلا سوال ہے

جتنے ہیں دُور اتنے ہی دل کے قریب ہیں
ہم کو تو دَورِ ہجر بھی دَورِ وصال ہے

ہم بادہ کش تو مے کو سمجھتے ہیں زندگی
اے واعظِ بزرگ ترا کیا خیال ہے ؟

دُنیا میں باکمال مِلیں گے گلی گلی
میں بے کمال ہوں یہی میرا کمال ہے

شائق تری نظر کی جوانی نہ جائے گی
پنہاں تری نظر میں کسی کا جمال ہے

○

रियाज़त अली 'शायक'